© rasailojaraid.com



دوسری کتاب ”اسلام کے بعض معاشی پہلو“ میں مختلف اہل قلم کے جن میں اکثر ماہرین معاشیات ہیں، کوئی گیارہ مقالات ہیں۔ پہلا مقالہ پروفیسر ایم۔ ابن ہدیٰ صاحب کا ہے، جس کا عنوان ہے ”اسلام اور معاشیات“، اس کے آخر میں موصوف لکھتے ہیں :-

> اسلام بحیثیت مجموعی انسان کی زندگی کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ صرف اخروی نجات کا کفیل نہیں، جیسے کہ دوسرے مذاہب ہیں۔نہ یہ انسان کو مصنوعی طور پر حصوں بخروں میں تقسیم کرنے کا قائل ہے کہ ایک انسان سیاسی ہو۔ ایک محض معاشی ہو کہ وہ محض دولت پیدا کرتا اور اسے صرف کرتا ہے۔ ایک مذہبی پرچارک ہے اور دوسرے کا کام بس اس کے پیچھے چلنا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ انسان ایک کامل وحدت ہے۔ اس کی ایک مرکب، مجتمع اور جامع شخصیت ہے، اور وہ ایک ہی وقت میں سیاسی بھی ہے اور معاشی اور مذہبی بھی۔ اب اسلام چونکہ انسان کو اس طرح کی ایک وحدت سمجھتا ہے۔ اس لئے اسے زندگی میں جن مسائل سے بھی سابقہ پڑتا ہے۔ ان کے بارے میں اسلام کو رہنمائی کرنا ہے۔

اسلام کے اس تصور اور اس کے عملی منصب کو پیش نظر رکھ کر پروفیسر ہدیٰ صاحب نے مسئلہ سود پر بحث کی ہے۔ اور بجا طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام انسان کے لئے جس زندگی کا طالب ہے، اس میں سود کی قسم کی چیز روا نہیں ہوسکتی۔ بعض دوسرے مقالات میں ”سود کے بغیر معیشت“ کے امکانات پر عالمانہ بحثیں کی گئی ہیں۔ ایک مقالہ ”اسلام میں لگان داری کا نظام“ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا ہے۔ جس میں موصوف نے زمینداری اور بٹائی کے زرعی نظام پر بحث کی ہے۔ یہ مقالہ بڑا بلند پایہ اور تاریخی حقائق کا حامل ہے۔

زیر نظر کتاب کے مقالات میں ”ربا“ کے علاوہ اس قسم کے منافعوں کو جیسے مثال کے طور پر بنک کا منافع ہے، اسلامی معیشت سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جس پر نہ تو کسی مقالہ نگار نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



روشنی ڈالی ہے اور نہ کتاب کے مقدمہ نگار موتمر اسلامی کے سیکریٹری جنرل نے۔ اس وقت ہماری جو معیشت ہے، نہ صرف ہماری، بلکہ تمام مسلمان ملکوں کی، ان میں اس قسم کے منافعوں کے بغیر جن میں ایک بنک کا منافع بھی ہے۔ معیشت کیسے چل سکتی ہے۔ نظریتاً نہیں، بلکہ عملاً اور عملاً سے مراد یہ ہے کہ ان ٹھوس چیزوں کی اور انہیں استعمال کرنے کے طریقوں کی باقاعدہ نشان دھی کی جائے اور بتایا جائے کہ ان کی مدد سے ہماری معیشت یوں چل سکتی ہے ایک سیاسی اور معاشی نظام خلاء میں نہیں ہوتا۔ وہ تاریخی محرکات کا جنہیں بہت سی چیزیں بروئے کار لاتی ہیں، عملی پرتو ہوتا ہے۔ ہمارے اکثر ارباب فکر جو آج کل اسلامی معیشت پر لکھتے ہیں۔ موجودہ تاریخی محرکات کو تبدیل کرنے کی راہیں سجھائے بغیر ضرب تقسیم کے ذریعہ یا ایثار و نیکی کے مقولے پیش کرکے معیشت میں بنیادی تبدیلیوں کی باتیں کرتے ہیں۔ جو ظاہر ہے ایک گونہ جذبات کو تسکین تو دے سکتی ہیں، لیکن اس سے عملی نتیجہ کیا نکلے گا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے صرف دعاؤں سے افزائش رزق اور "دم درود" سے بیماریوں کے علاج کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

• خلافت راشدہ کے آخری دور میں خاندانی بادشاہت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد تیرہ سو سال تک اسلامی تاریخ اس نظام کو اپنانے پر مجبور رہی۔ اب جو تاریخی محرکات بدلتے ہیں، تو ایک ایک کرکے مسلمانوں کے ہاں سے تخت و تاج ختم ہو رہے ہیں۔ ایک اور مثال معیشت کی ہے۔ صدر اول میں زمین کو بٹائی پر دینا شرعاً جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن عباسی خلافت کے شروع میں اس نے "معاشی اضطرار" کی صورت اختیار کرلی۔ اور جاگیرداری اور زمینداری نظام مسلمانوں کے ہاں معمول بن گیا، اور اب تک ہماری معیشت کی بنیاد اس پر رہی۔ لیکن اب جو تاریخی محرکات بدلے ہیں، تو "غیر محدود ملکیت زر و زمین" کو اسلام کا عطا کردہ بنیادی حق ماننے والے بھی زرعی اصلاحات کے حامی ہوتے جارہے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ایک سیاسی و معاشی نظام کو سرے سے بدلنے کے لئے اس زندگی کو بدلنا ضروری ہوتا ہے جس کی بنیادوں پر اس نظام کی عمارت کھڑی

© rasailojaraid.com